تشہد میں بازو کا مقام

نماز دین اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے لیکن اس کے باوجود جس قدر غفلت و کوتاہی اہل اسلام نماز کے بارہ میں برتتے ہیں، ارکان اسلام میں سے کسی دوسرے رکن کے بارہ میں شاید نہ برتتے ہوں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «لو صليت في مائة مسجد ما رأيت أهل مسجد واحد يقيمون الصلاة على ما جاء عن النبي ﷺ وعن أصحابه رحمة الله عليهم۔ فاتقوا الله، انظروا في صلاتكم وصلاة من يصلي معكم»

"اگر میں سو مسجدوں میں بھی نماز ادا کروں تو ایک بھی مسجد کے سارے نمازی اس انداز میں نماز ادا نہیں کرتے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رحمہم اللہ سے منقول ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی نمازوں اور اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی نمازوں کو دیکھو اور اصلاح کرو۔"

[رسالة "الصلاة" لأحمد بن حنبل، ص: ٤٠، مندرجه مجموعه رسائل في الصلاة، طبع: الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد، الرياض: ١٤١٣ هـ]

یہ حال امام احمد بن حنبل اپنے دور کے نمازیوں کا بیان فرمارہے ہیں اور آج کا حال تو بہت ہی خراب ہے۔

ہمارے ہاں نماز کے بارے میں سن سنا کر اور ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرنے کا رواج ہے۔ جس کے نتیجے میں غیر شعوری طور پر ہم نماز کے کچھ ارکان کو خلاف سنت ادا کر بیٹھتے ہیں۔ منجملہ ان باتوں کے ایک مسئلہ دوران تشہد بازوؤں کا بھی ہے۔ عام طور پر درمیانے تشہد میں تو دونوں بازوؤں کو رانوں سے جدا کر کے رکھا جاتا ہے، جبکہ آخری تشہد میں کچھ لوگ اپنا دائیاں بازو اور کہنی کو دائیں ران پر رکھ لیتے ہیں اور اکثر تو آخری تشہد میں بھی اپنی کہنی ران سے ہٹا کر ہی رکھتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے بلا امتیاز تشہد اولیٰ و آخرۃ میں دونوں بازوؤں کو دونوں رانوں پر رکھنا ثابت ہے، اور اس کا خلاف ثابت نہیں ہے۔

ذیل میں دلائل اور ان کا تجزیہ پیش کرتے ہیں:

قائلین کے دلائل:

۱۔ «عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ، فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ ذِرَاعَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ يَدْعُو بِهَا»

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں بیٹھے تو آپ نے اپنے بائیں پاؤں کو پھیلایا اور اپنی دونوں ذراع کو اپنی رانوں پر رکھا اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا، آپ اس کے ساتھ دعا کرتے تھے۔

[سنن النسائي، كتاب السهو، باب موضع الذراعين، (١٢٦٤)]

ذراع لغت عربی میں کلائی سے کہنی تک کے حصہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث بازوؤں کو رانوں پر رکھنے کے لیے نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس کے تمام تر رواۃ ثقات اور سند متصل ہے، جس کی صحت پر امت کا اتفاق ہے۔

۲۔ «عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ، وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى إِصْبَعِهِ الْوُسْطَى، وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى رُكْبَتَهُ»

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لیے بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور شہادت والی انگلی سے اشارہ فرماتے اور اپنے انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھتے اور بائیں ہتھیلی سے بائیں گھٹنے کو لقمہ بناتے۔"

[صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب صفة الجلوس في الصلاة ، وكيفية وضع اليدين على الفخذين، (٥٧٩)]

عربی زبان میں لفظ "ید" (ہاتھ) مکمل بازو پر بھی بولا جاتا ہے اور صرف ہتھیلی پر بھی۔ یہاں پر "ید" سے مراد بازو (ذراع) ہے کیونکہ "کف" (ہتھیلی) کی جگہ علیحدہ اور "ید" کی جگہ رکھنے کی علیحدہ ذکر کی گئی ہے۔ فافهم

۳۔ «أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي؟ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَوَصَفَ، قَالَ: «ثُمَّ قَعَدَ وَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ

وَرُكْبَتِهِ الْيُسْرَى، وَجَعَلَ حَدَّ مِرْفَقِهِ الْأَيْمَنِ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ قَبَضَ اثْنَتَيْنِ مِنْ أَصَابِعِهِ، وَحَلَّقَ حَلْقَةً، ثُمَّ رَفَعَ أُصْبُعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا»، مُخْتَصَرٌ

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھتا ہوں کہ آپ کیسے نماز پڑھتے ہیں تو میں نے آپ کو دیکھا۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی اور فرمایا: "پھر آپ بیٹھ گئے اور اپنے بائیں پاؤں کو پھیلایا اور بایاں ہاتھ اپنی ران اور گھٹنے پر رکھا اور اپنی دائیں کہنی کے کنارے کو اپنی دائیں ران پر رکھا پھر اپنی دو انگلیاں بند کیں اور حلقہ بنایا۔ پھر اپنی (شہادت والی) انگلی کو اٹھایا تو میں نے دیکھا، آپ اس کو حرکت دیتے تھے اور دعا فرماتے تھے۔" امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

[سنن النسائي، كتاب السهو، باب قبض الثنتين من أصابع اليد اليمنى وعقد الوسطى، (١٢٦٨)، وكتاب الافتتاح، باب موضع اليمين من الشمال في الصلاة، (٨٨٩) مسند أحمد، (١٨٨٥٠)، قال الألباني: "صحيح على شرط مسلم" إرواء الغليل: ٦٨/٢، (٣٥٢)]

اس حدیث میں دائیں کہنی کی حد (کنارے) کو دائیں ران کے ساتھ لگانے کی نص صریح موجود ہے۔

۴۔ «عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضى الله عنه:.... فَلَمَّا قَعَدَ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ حَدَّ مِرْفَقِهِ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى .... الحديث»

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:..... پس جب آپ بیٹھے، آپ ﷺ نے اپنے بائیں پاؤں کو پھیلایا اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھا اور اپنی کہنی کی طرف (کنارے) کو اپنی دائیں ران پر رکھا.... الحدیث

[مسند أحمد، (١٨٨٥٠)]

۵۔ «عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضى الله عنه :..... ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى .... الحديث»

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے.... پھر آپ ﷺ بیٹھے، پس آپ ﷺ نے اپنے بائیں پاؤں کو پھیلایا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور آپ کی دائیں کہنی کا کنارہ آپ کی دائیں ران پر تھا

[سنن النسائي، كتاب السهو، باب موضع المرفقين، (١٢٦٥)، سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين في الصلاة، (٧٢٦)، وباب كيف الجلوس في التشهد، (٩٥٧)]

دلیل نمبر ۱، ۳، ۴، ۵ درحقیقت ایک صحابی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک ہی روایت ہے، جس کو مختلف الفاظ کے ساتھ روایت بالمعنی کی گیا ہے۔ صرف الفاظ کا اختلاف ہے، معنی ایک ہی ہے جو کہ اہل علم پر واضح ہے۔

مانعین کے دلائل اور ان کا تجزیہ:

میرے ناقص علم کے مطابق جو لوگ نماز کے کسی بھی قعدہ یا جلسہ میں بازوؤں کو رانوں سے جدا رکھتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل موجود ہی نہیں ہے۔ صرف وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے وہ الفاظ جن کو راقم نے دلیل نمبر ۵ کے طور پر پیش کیا ہے، ان الفاظ کی عبارت پڑھنے اور سمجھنے میں غلطی کھا جاتے ہیں۔ «حَدُّ مِرْفَقِه الْاَيْمَن» کو «حَدَّ مِرْفَقَه الأيمن» پڑھ جاتے ہیں، یعنی لفظ "حد" کو اسم کی بجائے ماضی کا صیغہ بنا ڈالتے ہیں، جیسا کہ علامہ وحید الزماں نے سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے تراجم میں کیا ہے۔ جب اس کو فعل ماضی مان لیا جائے تو اس کا معنی یوں بن جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی دائیں کہنی کو دائیں ران پر اٹھا کر (دور کرکے) رکھا اور یہ معنی بھی اس وقت بنتا ہے جب علیٰ کو بھی عن کے معنی میں مانا جائے، وگرنہ نہیں۔ اور "علیٰ" کو "عن" کے معنی میں استعمال کرنا شاذ ہے۔

حقیقتاً عبارت کے شروع میں لفظ 'جعل' یا 'وضع' تھا جس کو بشر بن مفضل نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے حذف کر کے لفظ 'حد' کو مبتدأ مرفوع پڑھا ہے، لہٰذا اس میں کوئی فرق نہیں آیا، معنی وہی رہا جو 'جعل' یا 'وضع' کے الفاظ ذکر کرکے عاصم بن کلیب کے دیگر شاگردوں مثلاً زائدہ، زہیر بن معاویہ اور عبد الواحد وغیرہ نے بیان کیا تھا۔ تاہم اگر کوئی شخص اس عبارت میں لفظ 'حد' کو فعل ماضی ہی بنانے پر مصر رہے تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ پھر یہ روایت شاذ بن جائے گی، کیونکہ علم اصول حدیث کا ادنی سا طالب علم بھی اس بات کو سمجھتا ہے کہ جب کوئی ثقہ راوی اپنے اوثق یا ثقات کی مخالفت کرے گا تو ثقہ کی روایت شاذ اور ثقات یا اوثق کی روایت محفوظ ہو جائے گی۔

اور یہاں پر بھی مخالفت والا ہی معاملہ بن جائے گا کہ عاصم بن کلیب کے تمام شاگرد کہنی کو ملانا ثابت کرتے ہیں جبکہ بشر بن مفضل اس کو ہٹا نا ذکر کرتا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے یہ ثقات کی مخالفت ہے اور روایت شاذ قرار پائے گی، اور معرض استدلال سے غائب ہو جائے گی۔

جبکہ اس حدیث کو محدثین میں سے کسی نے بھی شاذ قرار نہیں دیا کیونکہ وہ سب جانتے ہیں کہ اس کی عبارت کیا ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے، اور مخالفت بنتی ہی نہیں ہے۔ فتأمل۔

اسکے علاوہ ایک اور دلیل بھی پیش کی جاتی ہے لیکن وہ بسند صحیح ثابت نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

«وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى»

اور نبی ﷺ اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ران پر وزن ڈالتے۔

[سنن أبي داود, كتاب الصلاة, تفريع أبواب الركوع والسجود, باب الإشارة في التشهد (۹۸۹)]

لیکن یہ روایت ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں بائیں ہاتھ سے بائیں ران پہ وزن ڈالنے کا ذکر ہے, جبکہ وزن ڈالنے والے سبھی بائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے پہ وزن ڈال رہے ہوتے ہیں!!!۔ گویا یہ روایت اپنے ضعف کے باوجود انکے عمل کا ساتھ نہیں دیتی۔ فتدبر!

اگر کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے کو لقمہ بنا کر ذراع کو ران پر رکھنے سے قاصر ہو تو وہ اپنا ہاتھ ذرا پیچھے ران پر ہی رکھ لے، کیونکہ صحیح مسلم میں یہ طریقہ بھی رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے، جسے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

«وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى»

"اور آپ ﷺ نے اپنی بائیں ہتھیلی کو اپنی بائیں ران رکھا۔"

[صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب صفة الجلوس وكيفية وضع اليدين على الفخذين، (۵۸۰)]

اور لقمہ بناتے ہوئے بھی ہتھیلی کا کچھ حصہ ران پر اور کچھ گھٹنے پر ہو گا جیسا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی حدیث سے واضح ہے۔

«وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ وَرُكْبَتِهِ الْيُسْرَى»

”اور آپ ﷺ نے اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں ران اور گھٹنے پر رکھا۔“
[سنن النسائي، كتاب الافتتاح، باب مواضع اليمين من الشمال، (٨٨٩)]

اور پھر لفظ ”وضع“ اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ ذراع ران کے ساتھ چپکی ہوئی ہو۔ بلکہ ”وضع“ تو کلائی کو صرف ران پر رکھنے کا متقاضی ہے خواہ وہ ران کے ساتھ لگ جائے اور خواہ نہ لگے، لیکن ہو ران پر رکھی گئی!

یاد رہے کہ دونوں ہاتھوں اور بازوؤں کی یہ کیفیت نماز کے تمام تر قعدوں میں یکساں ہے خواہ وہ بین السجدتین ہو یا تشہد اولیٰ ہو یا تشہد ثانیہ کیونکہ ان کے درمیان فرق ثابت نہیں ہے۔

هذا ما عندی والله تعالى أعلم
ابو عبد الرحمن محمد رفيق الطاہر
١٤٢٨/٠٧/٢٨ هـ